

The Lack of Islamic Cultural Aspects in the Cultural Activities Prevalent in Pakhtun Society and the Aggression of Modernity and Westernization

پختون معاشرے میں مروج ثقافتی سرگرمیوں میں اسلامی ثقافتی پہلوؤں کا فقدان اور جدیدیت و مغربیت کی جارحیت

Mr. Saleem Ullah Masroor

Ph.D. Scholar, Institute of Islamic and Sharia Studies, MY University, Islamabad

Email: saleemullah.masroor@gmail.com

Dr. Muhammad Sarwar Siddique

Assistant Professor, University of Veterinary and Animal Sciences, Lahore

Email: sarwarsiddique@uvas.edu.pk

Dr. Sabir Ullah

Assistant Professor, Institute of Islamic and Sharia Studies, MY University, Islamabad

Email: sirsabirullah30@gmail.com

Abstract

This article examines the cultural practices of Pashtun society, focusing on the absence of Islamic cultural elements and the growing impact of modernity and Westernization. It analyzes the historical background of Pashtun tribal structure, Pashtunwali, Jirga, and social institutions, and their interaction with Islamic teachings. The study highlights ideological and practical manifestations of cultural change, its causes, effects, and possible corrective measures. It argues that balancing tradition with Islamic values and modern challenges is essential for cultural identity preservation.

Keywords: Pashtun Society, Pashtunwali, Islamic Culture, Modernity, Westernization, Cultural Change, Tribal System, Jirga

تمہید

پختون معاشرہ جنوبی وسطی ایشیا کا ایک قدیم قبائلی معاشرہ ہے جو اپنی جداگانہ تہذیبی شناخت، قبائلی تنظیم اور اخلاقی ضابطہ حیات کی وجہ سے نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس معاشرے کی بنیاد نسب، قبیلہ، غیرت، جرگہ، حجرہ اور اجتماعی ذمہ داری جیسے تصورات پر قائم رہی ہے۔ اسلام کی آمد کے بعد اس معاشرتی ڈھانچے میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں اور بہت سے قبائلی رسوم و روایات اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو گئیں، جب کہ بعض امور میں تناؤ اور تطبیق کی صورتیں بھی پیدا ہوئیں۔

پختون معاشرتی ساخت کا تاریخی پس منظر

پختونوں کی تاریخی جڑیں قدیم آریائی اور ایرانی قبائل سے جوڑی جاتی ہیں۔ ان کی تہذیبی تشکیل میں جغرافیہ، جنگی حالات، قبائلی خود مختاری اور اجتماعی بقا کے عناصر بنیادی کردار ادا کرتے رہے۔ قبائلی نظام میں قبیلہ (Tribe) بنیادی اکائی ہے، جس کے تحت خیل، شاخ اور خاندان کی درجہ بندی پائی جاتی ہے۔ اجتماعی فیصلے جرگہ کے ذریعے کیے جاتے ہیں اور فرد کی شناخت اس کے قبیلے سے وابستہ ہوتی ہے۔¹

قبائلی نظام کی ساخت اور سماجی ادارے

پختون قبائلی نظام میں قبیلہ اعلیٰ ترین اجتماعی اکائی ہے جو مشترک نسب، تاریخی وابستگی اور باہمی دفاع کے تصور پر قائم ہوتا ہے۔ قبیلہ افراد کو ایک وسیع شناخت فراہم کرتا ہے اور بیرونی معاملات میں اجتماعی نمائندگی کا فرض انجام دیتا ہے۔ قبیلے کے اندر خیل ایک ذیلی اکائی ہے جو کسی خاص جد کی اولاد پر مشتمل ہوتی ہے۔ خیل کی سطح پر باہمی تعاون، زمین و وسائل کی تقسیم اور عملی یکجہتی زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد شاخ یا محدود خاندانی حلقہ آتا ہے جہاں روزمرہ معاملات، شادی بیاہ اور باہمی اختلافات زیادہ تر حل کیے جاتے ہیں۔ یوں قبیلہ، خیل، شاخ اور خاندان کی یہ درجہ بندی محض نسبی تقسیم نہیں بلکہ ایک منظم سماجی ڈھانچہ ہے جو اجتماعی نظم، باہمی ذمہ داری اور سماجی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔²

قبائلی نظام میں اجتماعی فیصلے جرگہ کے ذریعے کیے جاتے ہیں، جو عملاً ایک عوامی مجلس کی حیثیت رکھتا ہے جہاں بزرگ اور بااثر افراد مشاورت کے ذریعے فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ حجرہ پختون معاشرت میں سماجی و تربیتی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جہاں نوجوانوں کی تربیت، مہمان نوازی اور اجتماعی گفتگو کا اہتمام ہوتا ہے۔³

پشتونولی ایک روایتی قبائلی ضابطہ حیات

پشتونولی ایک روایتی اخلاقی و سماجی ضابطہ ہے جو اگرچہ تحریری صورت میں مدون نہیں، تاہم عملی زندگی میں اسے قانون سے کم درجہ حاصل نہیں ہوتا، اور یہی غیر مدون حیثیت اسے معاشرتی شعور کا حصہ بنا کر نسل در نسل منتقل کرتی رہی ہے۔ دراصل یہ ضابطہ پختون معاشرے کی اجتماعی نفسیات، عزت کے تصور اور سماجی نظم کی بنیاد فراہم کرتا ہے، اسی لیے اس کی پابندی کو محض روایت نہیں بلکہ اخلاقی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے۔⁴

¹ حیات خان، حیات/افغانی، یونیورسٹی بک ایجنسی، 2008ء، ج1، ص45۔

² احمد، اختر حمید خان، دی پٹھان (The Pathans)، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1976ء، ج1، ص112۔

³ علی، منظور احمد، پختون معاشرہ اور اسلامی اقدار، پشاور یونیورسٹی پریس، 2015ء، ج1، ص87۔

⁴ حیات افغانی، ج1، ص67۔

اسی ضابطے کے اہم ارکان میں سے ایک میلستیا (مہمان نوازی) ہے، جو صرف سماجی رسم نہیں بلکہ عزت، وقار اور انسانیت کی علامت تصور کی جاتی ہے۔ چونکہ پختون معاشرہ تاریخی طور پر کھلے جغرافیے اور مسلسل نقل و حرکت سے وابستہ رہا ہے، اس لیے مہمان کو تحفظ دینا باہمی اعتماد کے قیام کے لیے ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ مہمان کی خدمت، اس کی عزت افزائی اور حتیٰ کہ اس کے جان و مال کی حفاظت میزبان کی اخلاقی ذمہ داری قرار دی جاتی ہے، اور اس ذمہ داری کی ادائیگی میزبان کی سماجی ساکھ کو مضبوط بناتی ہے۔⁵

اسی تسلسل میں ننواتی (پناہ یا معافی طلب کرنا) کا تصور سامنے آتا ہے، جو دراصل میلستیا ہی کی ایک توسیعی صورت ہے، لیکن اس کا تعلق خاص طور پر تنازعات کے حل سے ہوتا ہے۔ جب کوئی فریق اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے دوسرے کے دروازے پر معافی یا پناہ طلب کرتا ہے تو پختونوں کے مطابق اسے تحفظ دینا اور صلح کی راہ نکالنا ایک اخلاقی فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ یوں ننواتی دشمنی کو محدود کرنے اور خونریزی کے امکانات کو کم کرنے کا ذریعہ بنتی ہے، اور قبائلی معاشرے میں مصالحت کی فضا قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔⁶

تاہم اسی نظام کے اندر بدلہ کا تصور بھی پایا جاتا ہے، جو قبائلی انصاف کا ایک بنیادی جز سمجھا جاتا تھا۔ بدلہ کا مقصد محض انتقام نہیں بلکہ اس عزت کی بحالی تھا جو کسی جرم یا یادتی کے نتیجے میں مجروح سمجھی جاتی تھی۔ قبائلی ماحول میں جہاں مرکزی ریاستی نظام کمزور یا غیر موجود تھا، وہاں بدلہ طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے اور آئندہ تجاوزات کو روکنے کا ذریعہ تصور کیا جاتا تھا۔ اس طرح میلستیا اور ننواتی جہاں رحمت، صلح اور سماجی ہم آہنگی کے پہلو کو نمایاں کرتے ہیں، وہیں بدلہ نظم و ضبط اور عزت کے تحفظ کا سخت پہلو ظاہر کرتا ہے۔ یوں پختونوں کی ایک متوازن مگر پیچیدہ اخلاقی نظام کے طور پر سامنے آتا ہے جس میں سخاوت اور سختی، معافی اور جواب دہی، دونوں پہلو ساتھ ساتھ موجود ہیں، اور یہی امتزاج پختون معاشرے کی تاریخی شناخت اور سماجی ساخت کو سمجھنے میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔⁷

اسلام کی آمد اور سماجی تبدیلی

پختون علاقوں میں اسلام کی اشاعت خلافت راشدہ کے دور میں اس وقت شروع ہوئی جب اسلامی فتوحات ایران اور اس سے متصل سرحدی علاقوں تک پہنچیں اور یوں اس خطے سے باقاعدہ سیاسی و مذہبی رابطہ قائم ہوا۔ اس ابتدائی رابطے نے اگرچہ فوری طور پر مکمل مذہبی تبدیلی پیدا نہیں کی، لیکن اس نے اسلام کے تعارف اور اس کی تعلیمات کے نفوذ کے لیے ایک عملی فضا ضرور مہیا کر دی۔ اسی پس منظر میں ابتدائی مرحلے میں اسلام کا تعارف زیادہ تر عسکری اور انتظامی

⁵ پختون معاشرہ اور اسلامی اقدار، ج 1، ص 95۔

⁶ نفسی مصدر۔

⁷ حیات خان، محمد حیات خان، حیات افغانی، یونیورسٹی بک ایجنسی، 2008ء، ج 1، ص 60۔

تعلق کے ذریعے ہوا، کیونکہ نئے نظم حکومت اور مسلم حکام کی موجودگی نے مقامی آبادی کو اسلامی قانون اور تہذیبی اثرات سے روشناس کرایا۔ تاہم یہ تعارف محض اقتدار تک محدود نہ رہا بلکہ بتدریج سماجی سطح پر بھی اثر انداز ہونے لگا۔⁸

چنانچہ بعد ازاں صوفیائے کرام اور علما کی دعوتی و اصلاحی کوششوں نے اسی ابتدائی بنیاد کو مضبوط اور پائیدار شکل دی۔ انہوں نے محض ظاہری غلبے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دلوں اور افکار کی اصلاح کو اپنا ہدف بنایا، جس کے لیے مقامی روایات اور قبائلی نفسیات کو ملحوظ رکھا گیا۔ اسی حکمت عملی کے تحت انہوں نے توحید، عدل اور اخوت کا پیغام اس انداز میں پیش کیا جو پختون معاشرے کی اقدار سے ہم آہنگ ہو، اور یوں اسلامی تعلیمات کو مقامی معاشرت کے اندر قبولیت حاصل ہوتی گئی۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کا نفوذ تدریجی اور فکری سطح پر گہرا ہوتا چلا گیا۔⁹

خصوصاً صوفیائے کرام کی اصلاحی و تبلیغی تحریکوں نے اس عمل کو مزید وسعت اور گہرائی عطا کی، کیونکہ انہوں نے مقامی زبان اور سماجی روایات کو ذریعہ ابلاغ بنایا۔ خانقاہی نظام کے قیام، مساجد کی تعمیر اور دینی تعلیم کے مراکز کے ذریعے نہ صرف عقائد کی اصلاح کی گئی بلکہ سماجی اقدار، رسوم اور طرز زندگی کو بھی اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی سنجیدہ کوشش کی گئی، جس کے نتیجے میں اسلام پختون معاشرے کی تہذیبی شناخت کا بنیادی جز بنتا چلا گیا۔¹⁰

قبائلی اقدار اور اسلامی تعلیمات کا امتزاج

میلستینا کا اصول اسلامی تعلیمات میں اکرام ضیف کے تصور سے گہری ہم آہنگی رکھتا ہے، کیونکہ اسلام نے مہمان نوازی کو محض سماجی روایت نہیں بلکہ ایک اخلاقی قدر اور ایمانی صفت قرار دیا ہے۔ پختون معاشرے میں جس طرح مہمان کی خدمت کو عزت و وقار کی علامت سمجھا جاتا ہے، اسی طرح اسلامی تعلیمات میں بھی مہمان کے اکرام کو تقویٰ، سخاوت اور حسن اخلاق کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔¹¹

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں مہمان نوازی کا نہایت مؤثر انداز میں ذکر ملتا ہے، جہاں انہوں نے اجنبی مہمانوں کے آنے پر فوراً ان کے لیے عمدہ کھانا پیش کیا اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ ان کی خدمت کی۔ اس واقعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مہمان کی تعظیم اور اس کی خاطر داری انبیائی سنت ہے اور اسے دینی فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح احادیث نبویہ میں بھی مہمان کے اکرام کی بارہا تاکید کی گئی ہے، حتیٰ کہ اسے ایمان کے تقاضوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے معاشرتی تعلقات کو مضبوط بنانے اور باہمی محبت پیدا کرنے کے لیے مہمان نوازی کو بنیادی کردار دیا ہے۔ یوں دیکھا

⁸ پختون معاشرہ اور اسلامی اقدار، ج 1، ص 182۔

⁹ نفسی مصدر۔

¹⁰ نفس مصدر۔

¹¹ فاروقی، ضیاء الدین، اسلام اور معاشرتی نظام، ادارہ تحقیقات اسلامی، 2001ء، ج 1، ص 210۔

جائے تو میلستیا محض قبائلی رسم نہیں بلکہ ایک ایسی قدر ہے جو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو کر مزید معنویت اختیار کر لیتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسلام اس اصول کو اعتدال، اخلاص اور رضائے الہی کے دائرے میں لاتا ہے، جب کہ قبائلی معاشرت میں اس کا تعلق زیادہ تر عزت اور سماجی وقار سے جوڑا جاتا ہے۔ اس طرح اسلامی تصور اکرام ضیف نے میلستیا کو روحانی و اخلاقی بنیاد فراہم کی اور اسے ایک عبادت کے درجے تک بلند کر دیا۔¹²

اسلامی اثرات کے نمایاں مظاہر

اسلامی تعلیمات کے زیر اثر پختون معاشرے میں مساجد اور مدارس کا قیام بتدریج عام ہوتا گیا، اور یہ ادارے محض عبادت یا تدریس تک محدود نہ رہے بلکہ پورے سماجی ڈھانچے کی اصلاح اور فکری رہنمائی کا مرکز بن گئے۔ جب اسلام اس خطے میں مستحکم ہوا تو سب سے پہلے مسجد کو اجتماعی زندگی کا محور بنایا گیا، کیونکہ مسجد نہ صرف نماز کی ادائیگی کا مقام تھی بلکہ تعلیم، مشاورت اور سماجی رابطے کا بھی مرکز سمجھی جاتی تھی۔ مساجد کے ذریعے لوگوں کو عقائد، عبادات اور اخلاقی تعلیمات سے روشناس کرایا گیا، خطبات جمعہ اور دروس کے ذریعے دینی شعور کو بیدار کیا گیا، اور یوں اجتماعی سطح پر ایک مشترک اسلامی شناخت کو فروغ ملا۔ اس کے ساتھ ساتھ مدارس کے قیام نے باقاعدہ دینی تعلیم کا نظام قائم کیا، جہاں قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم کی تدریس کے ذریعے نئی نسل کی فکری و عملی تربیت کی جانے لگی۔¹³

یہ مدارس صرف مذہبی تعلیم کے مراکز نہیں تھے بلکہ سماجی اصلاح کے بھی اہم ادارے تھے، کیونکہ یہیں سے علماء اور خطابتیار ہو کر معاشرے میں رہنمائی کا کردار ادا کرتے تھے۔ نکاح، وراثت، تنازعات کے حل اور دیگر سماجی معاملات میں شرعی رہنمائی فراہم کی جاتی تھی، جس سے قبائلی رسوم کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے میں مدد ملی۔ یوں مساجد اور مدارس نے پختون معاشرے میں ایک ایسا دینی و سماجی ماحول پیدا کیا جس میں عبادت، تعلیم اور اصلاح ایک دوسرے سے مربوط ہو گئے، اور اسلامی اقدار کو معاشرتی زندگی کا مستقل حصہ بنانے میں یہ ادارے بنیادی ستون ثابت ہوئے۔¹⁴

قبائلی نظام، پشتونولی، جرگہ، غیرت، حجرہ اور نکاح و شادی کی رسومات پر اسلامی نقطہ نظر

پختون معاشرہ ایک مضبوط قبائلی ساخت اور روایتی اخلاقی نظام پر قائم ہے جس میں قبیلہ، پشتونولی، جرگہ، غیرت، حجرہ اور نکاح و شادی کی رسومات بنیادی سماجی اداروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ عناصر صدیوں سے اس معاشرے کی شناخت، نظم و ضبط اور باہمی تعلقات کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے آئے

¹² نفس مصدر۔

¹³ اسلام اور معاشرتی نظام، ج 1، ص 219۔

¹⁴ نفس مصدر۔

ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے ان تمام قبائلی و سماجی عناصر کو کلی طور پر رد نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے ان پہلوؤں کا جائزہ لیا جاتا ہے جو عدل، اخلاق اور شریعت کے اصولوں سے ہم آہنگ ہوں، جبکہ ان رسوم و روایات کی اصلاح کی جاتی ہے جو ظلم، عصبیت یا غیر شرعی پہلوؤں پر مبنی ہوں۔

قبائلی نظام پر اسلامی نقطہ نظر

پختون معاشرہ ایک مضبوط قبائلی ساخت اور روایتی اخلاقی نظام پر قائم ہے جس میں قبیلہ، پشتونولی، جرگہ، غیرت، حجرہ اور نکاح و شادی کی رسومات بنیادی سماجی اداروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ عناصر صدیوں سے اس معاشرے کی شناخت، نظم و ضبط اور باہمی تعلقات کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے آئے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے ان تمام قبائلی و سماجی عناصر کو کلی طور پر رد نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے ان پہلوؤں کا جائزہ لیا جاتا ہے جو عدل، اخلاق اور شریعت کے اصولوں سے ہم آہنگ ہوں، جبکہ ان رسوم و روایات کی اصلاح کی جاتی ہے جو ظلم، عصبیت یا غیر شرعی پہلوؤں پر مبنی ہوں۔¹⁵

پشتونولی پر اسلامی نقطہ نظر

پشتونولی کے بعض اصول مثلاً مہمان نوازی، پناہ دینا، وعدے کی پاسداری اور کمزور کی مدد کرنا اسلامی تعلیمات سے واضح طور پر ہم آہنگ ہیں۔ ان اقدار میں اخلاقی حسن، سماجی ذمہ داری اور باہمی اعتماد کا وہ پہلو موجود ہے جو کسی بھی مہذب معاشرے کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ مہمان نوازی نہ صرف ایک سماجی روایت ہے بلکہ انسان دوستی اور سخاوت کی علامت بھی ہے، جبکہ پناہ دینا مظلوم اور کمزور کے تحفظ کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسی طرح وعدے کی پاسداری کو معاشرتی اعتماد اور تعلقات کی مضبوطی کے لیے بنیادی شرط سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر اجتماعی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔¹⁶

اسلامی تعلیمات بھی انہی اخلاقی اصولوں کو تقویت دیتی ہیں اور معاشرے میں عدل، احسان، درگزر اور انصاف کو فروغ دینے کی تلقین کرتی ہیں۔ اس ہم آہنگی کی وجہ سے پشتونولی کے یہ پہلو اسلامی اخلاقی نظام کے قریب تر دکھائی دیتے ہیں اور ایک مثبت سماجی ہم آہنگی کو جنم دیتے ہیں۔ تاہم پشتونولی میں بدلہ یا انتقام کا جو تصور پایا جاتا ہے، اگر وہ غیر محدود اور جذباتی شکل اختیار کر لے تو یہ اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ نہیں رہتا۔ اسلام میں انصاف کا نظام منظم، متوازن اور قانون کے تابع ہے، جہاں کسی بھی فرد کو ذاتی طور پر فیصلہ کرنے کی آزادی نہیں دی گئی بلکہ عدل کو ریاستی اور شرعی اصولوں کے دائرے میں

رکھا گیا ہے۔ اس طرح قصاص کا تصور بھی جذبات یا قبائلی عصبیت کے بجائے قانون، گواہی اور انصاف کے تقاضوں کے تحت نافذ ہوتا ہے، تاکہ کسی بھی فریق کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔¹⁷

جرگہ پر اسلامی نقطہ نظر

جرگہ قبائلی معاشرے میں مشاورت، اجتماعی رائے اور تنازعات کے حل کا ایک روایتی اور موثر ادارہ ہے جو صدیوں سے پختون سماج میں امن و امان اور سماجی نظم کو برقرار رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا رہا ہے۔ اس نظام میں بڑے بوڑھے، تجربہ کار افراد اور بااثر شخصیات مل کر اجتماعی طور پر فیصلے کرتے ہیں، جس سے انفرادی رائے کے بجائے اجتماعی بصیرت کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں کئی تنازعات ایسے ہوتے ہیں جو عدالتوں تک پہنچنے کے بجائے مقامی سطح پر حل ہو جاتے ہیں، اور یوں سماجی بوجھ کم ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں بھی مشاورت کو بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے، جس میں اجتماعی معاملات میں اہل رائے سے مشورہ لینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس اعتبار سے جرگہ کا وہ پہلو جو مشاورت، افہام و تفہیم اور اجتماعی فیصلے پر مبنی ہو، اسلامی روح کے کافی قریب سمجھا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں بھی مقصد اختلافات کو ختم کرنا اور معاشرتی امن قائم رکھنا ہوتا ہے۔¹⁸

اگر جرگہ اپنے فیصلوں میں عدل، دیانت اور شریعت کے اصولوں کو ملحوظ رکھے، کمزور اور مظلوم فریق کے حقوق کا تحفظ کرے اور ذاتی یا قبائلی تعصب سے بالاتر ہو کر فیصلہ کرے تو یہ نظام اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ ہو کر ایک مثبت سماجی ادارہ بن سکتا ہے۔ ایسے حالات میں یہ نہ صرف تنازعات کے حل کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ اجتماعی ہم آہنگی کو بھی فروغ دیتا ہے۔ تاہم اگر جرگہ کے فیصلے انصاف کے بجائے عصبیت، طاقت یا روایت کی بنیاد پر ہوں، یا کسی فریق کے بنیادی حقوق کو نظر انداز کیا جائے، تو یہ اسلامی عدل و انصاف کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اسلام میں فیصلہ سازی کا معیار حق، انصاف اور شرعی اصول ہیں، اس لیے کسی بھی ایسے اجتماعی نظام کو قابل قبول نہیں سمجھا جاتا جو ان بنیادی اصولوں سے انحراف کرے۔ اس طرح جرگہ کا جو اس کی اصلاح اور شرعی اصولوں سے وابستگی میں مضمر ہے، نہ کہ محض روایتی حیثیت میں۔¹⁹

¹⁷ نفس مصدر۔

¹⁸ منظور احمد، پختون معاشرت اور اسلامی اقدار، پشاور یونیورسٹی پریس، 2015ء، ج1، ص 92۔
¹⁹ اصلاحی، امین احسن، اسلامی معاشرہ اور اس کے اصول، فلڈان فاؤنڈیشن، 2002ء، ج1، ص 201۔

غیرت پر اسلامی نقطہ نظر

اسلام میں حیا، عفت اور عزت کے تحفظ کو بنیادی اخلاقی قدر قرار دیا گیا ہے اور اسے فرد اور معاشرے کی اخلاقی پاکیزگی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر غیرت کا مثبت مفہوم اپنی اور اپنے خاندان کی عزت، ناموس اور اخلاقی حدود کی حفاظت ہے، جو دراصل اسلامی تہذیب میں ایک قابل قدر جذبہ ہے۔ اس تصور کے تحت انسان اپنے کردار، گفتار اور معاشرتی رویے میں احتیاط اختیار کرتا ہے تاکہ اس کی ذاتی اور خاندانی عزت مجروح نہ ہو۔ یہ وہ پہلو ہے جو معاشرتی استحکام اور اخلاقی نظم کو قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے ساتھ مکمل ہم آہنگی رکھتا ہے۔²⁰

غیرت کا یہ مثبت پہلو جب اعتدال کے ساتھ ہو تو یہ انسان میں ذمہ داری، خود احتسابی اور اخلاقی بیداری پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے اسلامی معاشرت میں عزت و ناموس کے تحفظ کو اہمیت دی گئی ہے، لیکن اسے ہمیشہ عدل، صبر اور قانون کے دائرے میں رکھنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ جذبات عقل اور انصاف پر غالب نہ آجائیں۔ تاہم اگر غیرت کے نام پر ظلم، تشدد، بدلہ یا قتل جیسے اقدامات کیے جائیں تو یہ روئے اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہو جاتا ہے۔ اسلام کسی بھی صورت میں ذاتی یا قبائلی جذبات کی بنیاد پر قانون یا تہمت میں لینے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ اس کا نظام عدل و انصاف قائم ہے اور ہر معاملے کو متوازن اور قانونی طریقے سے حل کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اس طرح غیرت کا صحیح اسلامی تصور وہ ہے جو عزت کے تحفظ کے ساتھ ساتھ عدل، اعتدال اور صبر کو بھی شامل کرے، اور کسی بھی قسم کے انتہا پسندانہ یا جذباتی اقدامات سے مکمل طور پر اجتناب کرے۔ یوں یہ واضح ہوتا ہے کہ غیرت اگر اخلاقی حدود میں رہے تو قابل تعریف ہے، لیکن اگر وہ ظلم اور زیادتی کی شکل اختیار کر لے تو وہ اسلامی روح کے خلاف شمار ہوتی ہے۔²¹

حجرہ پر اسلامی نقطہ نظر

حجرہ پختون معاشرے میں ایک ایسا روایتی سماجی مرکز ہے جہاں لوگ روزمرہ کے معاملات میں باہمی میل جول رکھتے ہیں، مہمانوں کی پذیرائی کی جاتی ہے اور مختلف سماجی و قبائلی امور پر مشاورت کی جاتی ہے۔ یہ ادارہ محض ایک بیٹھک یا اجتماع گاہ نہیں بلکہ اجتماعی زندگی کا وہ حصہ ہے جہاں افراد کے درمیان تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ ملتا ہے۔ حجرے میں بزرگوں کی گفتگو، تجربات کا تبادلہ اور اجتماعی مسائل پر غور و فکر اسے ایک غیر رسمی مگر مؤثر سماجی ادارہ بناتا ہے۔²²

²⁰ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلام کا نظریۂ حیات، ادارہ ترجمان القرآن، 1998ء، ج1، ص 210۔

²¹ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، پردہ، ادارہ ترجمان القرآن، 2000ء، ص 87۔

²² ڈاکٹر عبدالحی حبیبی، تاریخ افغانستان (پشتون معاشرتی پس منظر)، ترجمہ اردو، کابل اکیڈمی، 2009ء، ج1، ص 134۔

اگر اس ماحول میں اسلامی آداب، اخلاقی حدود، ذکر الہی اور نصیحت و خیر خواہی کو شامل کیا جائے تو یہ مزید بامقصد اور اصلاحی ادارہ بن سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات اجتماعیت میں حسن کلام، ادب، وقار اور مثبت گفتگو کی ترغیب دیتی ہیں اور اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اجتماعی نشستوں میں ایسا ماحول قائم کیا جائے جو دلوں کی اصلاح اور کردار کی بہتری کا باعث بنے۔ اس لحاظ سے حجرہ اگردینی اور اخلاقی رہنمائی کا مرکز بن جائے تو یہ صرف سماجی ضرورت نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی تربیت کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔²³

مزید یہ کہ اسلامی نقطہ نظر سے اجتماعی محافل اور نشستوں میں لغو گفتگو، فضول کلام اور دوسروں کی تحقیر سے اجتناب ضروری ہے، کیونکہ ان محافل کا مقصد اصلاح، خیر خواہی اور باہمی احترام کو فروغ دینا ہے۔ اس لیے اگر حجرے کی فضا میں سنجیدگی، اخلاقی نظم اور دینی شعور کو شامل کیا جائے تو یہ معاشرے کی فکری و اخلاقی تعمیر میں ایک مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس طرح حجرہ ایک ایسا پلیٹ فارم بن جاتا ہے جہاں روایتی سماجی ہم آہنگی اور اسلامی اخلاقیات ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر معاشرتی بہتری کا ذریعہ بنتی ہیں۔²⁴

نکاح و شادی کی رسومات پر اسلامی نقطہ نظر

اسلام نے نکاح کو محض ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مقدس اور بامقصد رشتہ قرار دیا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کی اخلاقی و سماجی اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس رشتے کے ذریعے دو خاندانوں کے درمیان تعلق قائم ہوتا ہے، نئی نسل کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور معاشرتی استحکام کو فروغ ملتا ہے۔ اسی لیے نکاح میں رضامندی کو بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے تاکہ یہ رشتہ کسی جبر یا باؤ کے بغیر باہمی خوشی اور قبولیت کی بنیاد پر قائم ہو۔ اس کے ساتھ گواہی اور مہر جیسے شرعی عناصر اس معاہدے کو قانونی اور اخلاقی تحفظ فراہم کرتے ہیں، تاکہ اس میں شفافیت اور ذمہ داری برقرار رہے۔²⁵

اسلام نے نکاح کے عمل میں سادگی اور اعتدال کو بنیادی اصول کے طور پر پیش کیا ہے، کیونکہ اس کا مقصد رشتہ ازدواج کو آسان بنانا اور معاشرتی باؤ کو کم کرنا ہے۔ اس کے برعکس اسراف، غیر ضروری اخراجات اور دکھاوے پر مبنی رسومات کی سخت حوصلہ شکنی کی گئی ہے، کیونکہ یہ نہ صرف فرد پر مالی بوجھ ڈالتے ہیں بلکہ معاشرے میں غیر مساویانہ فرق کو بھی بڑھاتے ہیں۔²⁶

²³ اسلامی معاشرتی، ج1، ص 292۔

²⁴ تاریخ افغانستان (پشتون معاشرتی پس منظر)، ترجمہ اردو، ج1، ص 139۔

²⁵ ڈاکٹر شہر محمد خان، پشتون معاشرتی رسم و رواج اور سماجی ڈھانچہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2012ء، ج1، ص 76۔

²⁶ ڈاکٹر سید رسول رضا، پشتون ثقافت اور سماجی روایات، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، 2010ء، ج1، ص 91۔

پختون معاشرے میں نکاح کے بعض پہلو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں، خصوصاً خاندانی مشاورت کا نظام جو رشتہ طے کرنے میں بزرگوں کی رائے اور اجتماعی حکمت کو شامل کرتا ہے۔ اسی طرح ولیمہ کی روایت بھی اسلامی سنت کے مطابق ایک خوشی کے اظہار اور سماجی اعلان کی حیثیت رکھتی ہے، جو معاشرتی روابط کو مضبوط کرتی ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ بعض رسومات ایسی بھی پائی جاتی ہیں جن میں اصلاح کی ضرورت ہے، جیسے جہیز کی غیر معمولی طلب، شادی بیاہ میں بے جا اخراجات، اور بعض ایسی روایات جو دینی اصولوں سے متصادم ہو سکتی ہیں۔ یہ پہلو معاشرے میں مالی دباؤ، طبقاتی فرق اور غیر ضروری مقابلہ آرائی کو جنم دیتے ہیں، جس کے باعث نکاح کا آسان اور بابرکت عمل مشکل اور بوجھل بن جاتا ہے۔ اس لیے اسلامی نقطہ نظر سے ان امور کی اصلاح نہایت ضروری ہے تاکہ نکاح اپنی اصل روح یعنی سادگی، محبت اور ذمہ داری کے ساتھ برقرار رہ سکے۔²⁷

پختون معاشرے میں شادی بیاہ، میلوں ٹھیلوں، موسیقی، رقص، کھیل، لباس اور سماجی اجتماعات کا تحقیقی جائزہ

پختون معاشرہ ایک ایسا قبائلی اور روایتی سماجی ڈھانچہ رکھتا ہے جس میں مختلف ثقافتی سرگرمیاں اجتماعی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ شادی بیاہ، میلوں ٹھیلوں، موسیقی، رقص، کھیل، لباس اور سماجی اجتماعات نہ صرف تفریحی پہلو رکھتے ہیں بلکہ یہ معاشرتی تعلقات، قبائلی یکجہتی اور ثقافتی شناخت کے اظہار کا ذریعہ بھی ہیں۔ ان سرگرمیوں کا مطالعہ اس بات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ ایک روایتی معاشرہ کس طرح اپنی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے وقت کے ساتھ تبدیلیوں کو قبول کرتا ہے۔²⁸

شادی بیاہ کی رسومات

پختون معاشرے میں شادی بیاہ محض ایک خاندانی تقریب نہیں بلکہ ایک اجتماعی اور قبائلی واقعہ ہوتا ہے جس میں پورا قبیلہ شریک ہوتا ہے۔ نکاح سے قبل رشتہ طے کرنے میں بزرگوں اور خاندان کی مشاورت کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے، جبکہ شادی کے موقع پر ولیمہ، مہمان نوازی اور اجتماعی دعوت کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ رسومات باہمی تعلقات کو مضبوط بنانے اور قبائلی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، تاہم بعض علاقوں میں ان تقریبات میں فضول خرچی اور غیر ضروری رسوم بھی دیکھنے میں آتی ہیں جو اصلاح کی محتاج ہیں۔²⁹

²⁷ ڈاکٹر محمد اعظم اعظم، پختون معاشرہ: رسم و رواج اور سماجی تبدیلیاں، یونیورسٹی پبلشرز، پشاور، 2014ء، ج1، ص 64۔

²⁸ پختون معاشرتی رسم و رواج اور سماجی ڈھانچہ، ج1، ص 89۔

²⁹ پختون ثقافت اور سماجی روایات، ج1، ص 114۔

میلوں ٹھیلوں کی سماجی اہمیت

پختون معاشرے میں میلوں اور ٹھیلوں کو سماجی میل جول، تجارت اور ثقافتی اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ اجتماعات مختلف دیہات اور علاقوں کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں، جہاں نہ صرف خرید و فروخت ہوتی ہے بلکہ سماجی تعلقات بھی مضبوط ہوتے ہیں۔ یہ میلوں معاشی سرگرمی کے ساتھ ساتھ ثقافتی شناخت کو بھی ظاہر کرتے ہیں، تاہم جدید دور میں ان میں بعض غیر ضروری تفریحات بھی شامل ہو گئی ہیں جن پر تنقیدی نظر ضروری ہے۔³⁰

موسیقی اور رقص کا ثقافتی پہلو

پختون ثقافت میں موسیقی اور رقص (خصوصاً آئرن) ایک اہم ثقافتی اظہار ہے جو خوشی، بہادری اور اجتماعی یکجہتی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں ڈھول کی تھاپ پر اجتماعی رقص اجتماعی جذبے کو تقویت دیتا ہے۔ اگرچہ یہ سرگرمیاں ثقافتی شناخت کا حصہ ہیں، لیکن ان کے بعض انداز اور طریقوں پر مذہبی و اخلاقی پہلو سے بحث بھی پائی جاتی ہے، جس کے باعث اس شعبے میں اعتدال اور اصلاح کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔³¹

کھیلوں کی روایت

پختون معاشرے میں کھیلوں کو محض تفریحی سرگرمی نہیں بلکہ ایک اہم سماجی اور تربیتی عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس کا بنیادی مقصد جسمانی طاقت، بہادری، برداشت اور مقابلہ بازی کے جذبے کو فروغ دینا ہے۔ یہ معاشرہ چونکہ تاریخی طور پر قبائلی، جنگی اور سخت جغرافیائی حالات میں پروان چڑھا ہے، اس لیے یہاں کھیلوں کو نوجوان نسل کی عملی تربیت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے تاکہ وہ جسمانی اور ذہنی طور پر مضبوط بن سکیں۔ مقامی کھیلوں میں کبڈی، نیزہ بازی، کشتی اور مختلف قسم کے روایتی مقابلے نمایاں حیثیت رکھتے ہیں جو نہ صرف جسمانی صلاحیتوں کو نکھارتے ہیں بلکہ اجتماعی ہم آہنگی اور ٹیم ورک کے جذبے کو بھی فروغ دیتے ہیں۔ ان کھیلوں میں حصہ لینے والے افراد نہ صرف اپنی ذاتی مہارت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اپنی برادری اور قبیلے کی نمائندگی کا احساس بھی رکھتے ہیں، جس سے اجتماعی وابستگی مزید مضبوط ہوتی ہے۔³²

یہ کھیل اکثر میلوں، شادی بیاہ اور دیگر سماجی اجتماعات کے موقع پر منعقد کیے جاتے ہیں، جس سے معاشرتی روابط میں اضافہ ہوتا ہے اور مختلف علاقوں کے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملتا ہے۔ اس طرح یہ سرگرمیاں محض کھیل تک محدود نہیں رہتیں بلکہ سماجی میل جول اور ثقافتی تبادلے کا ذریعہ بھی

³⁰ پختون معاشرہ: رسم و رواج اور سماجی تبدیلیاں، ج 1، ص 82۔

³¹ ڈاکٹر شیر زمان طارق، پختون معاشرت: رسم و رواج اور سماجی ڈھانچہ، خیبر پبلشرز، پشاور، 2018ء، ج 1، ص 58۔

³² ڈاکٹر نور ولی محسود، پختون معاشرہ اور جدید سماجی تبدیلیاں، یونیورسٹی پریس پشاور، 2020ء، ج 1، ص 66۔

نبی ہیں۔ مزید برآں، یہ کھیل پختون معاشرت میں مردانگی، حوصلے، برداشت اور مقابلہ کرنے کی صلاحیت کی تربیت کا اہم ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔ نوجوان ان کھیلوں کے ذریعے نہ صرف جسمانی طور پر مضبوط ہوتے ہیں بلکہ ان میں خود اعتمادی، نظم و ضبط اور اجتماعی ذمہ داری کا شعور بھی پیدا ہوتا ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ روایتی کھیل پختون معاشرتی ڈھانچے میں ایک تعمیری اور تربیتی کردار ادا کرتے ہیں جو نسل در نسل منتقل ہوتا آ رہا ہے۔³³

لباس اور ثقافتی شناخت

پختون لباس، خصوصاً شلوار قمیض، واسکٹ اور پگڑی، ان کی ثقافتی شناخت کا ایک نہایت اہم اور نمایاں حصہ ہے جو صدیوں سے اس معاشرے کی سماجی اور تہذیبی پہچان کو ظاہر کرتا آ رہا ہے۔ یہ لباس محض جسم کو ڈھانپنے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ثقافتی علامت ہے جو پختونوں کی سادگی، وقار، غیرت اور روایتی اقدار کی نمائندگی کرتا ہے۔ شلوار قمیض کی سادگی اور وسعت ایک طرف آرام دہ طرز زندگی کی عکاسی کرتی ہے تو دوسری طرف یہ اس معاشرے کی عملی اور روایتی فطرت کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ واسکٹ اور پگڑی پختون مرد کی شخصیت میں وقار، سنجیدگی اور باعزت شناخت کا اضافہ کرتے ہیں، اور خاص مواقع پر ان کا استعمال سماجی اہمیت کو مزید نمایاں کر دیتا ہے۔ پگڑی کو خاص طور پر عزت، قیادت اور بڑائی کی علامت سمجھا جاتا ہے، اور قبائلی معاشرے میں اس کا استعمال فرد کی سماجی حیثیت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔³⁴

یہ لباس نہ صرف روایتی وقار کی علامت ہے بلکہ موسمی اور جغرافیائی ضروریات کے مطابق بھی موزوں سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ گرم اور خشک علاقوں کے لیے عملی طور پر نہایت مناسب ہے۔ اسی وجہ سے یہ لباس صدیوں سے اپنی اصل شکل میں برقرار ہے اور وقت کے ساتھ اس میں بہت کم تبدیلی آئی ہے۔ لباس کے ذریعے قبائلی شناخت، وقار اور سادگی کا اظہار کیا جاتا ہے، اور یہ بات پختون ثقافت کی ایک اہم خصوصیت ہے کہ یہاں سادگی کو ہی اصل خوبصورتی سمجھا جاتا ہے۔ تاہم جدید دور میں مغربی فیشن اور عالمی ثقافتی اثرات نے نوجوان نسل کے لباس کے انداز پر بھی اثر ڈالا ہے، جس کے نتیجے میں بعض علاقوں میں روایتی لباس کے استعمال میں کمی اور جدید طرز لباس کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس تبدیلی نے ایک طرف تنوع پیدا کیا ہے لیکن دوسری طرف روایتی ثقافتی شناخت کے تسلسل کے حوالے سے بحث کو بھی جنم دیا ہے۔³⁵

³³ ڈاکٹر رحمت اللہ یوسفزئی، پختون تہذیب اور ثقافتی روایتیں، ادبی اکیڈمی خیبر پختونخوا، 2021ء، ج1، ص 91۔

³⁴ ڈاکٹر سلیم خان، پشتون سماج میں ثقافتی ارتقاء، سرحد ریسرچ انسٹیٹیوٹ، پشاور، 2022ء، ج1، ص 103۔

³⁵ نفسی مصدر۔

سماجی اجتماعات کی حیثیت

پختون معاشرے میں مختلف سماجی اجتماعات مثلاً جرگے، محافل اور دعوتیں اجتماعی زندگی کا اہم حصہ ہیں۔ یہ اجتماعات نہ صرف مسائل کے حل کا ذریعہ بنتے ہیں بلکہ افراد کے درمیان تعلقات کو مضبوط کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔ ان اجتماعات میں بزرگوں کی شرکت، مشاورت اور اجتماعی فیصلے معاشرتی نظم کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔³⁶

جدیدیت اور مغربیت کی فکری و تہذیبی جارحیت کا نظریاتی و عملی مظاہر

جدیدیت اور مغربیت ایک ایسا فکری و تہذیبی رجحان ہے جس نے عالمی سطح پر معاشروں کے سماجی، اخلاقی اور ثقافتی ڈھانچوں کو متاثر کیا ہے۔ پختون معاشرہ بھی اس اثر سے محفوظ نہیں رہ سکا، جہاں روایتی قبائلی اقدار کے ساتھ ساتھ جدید افکار اور مغربی طرز زندگی کے اثرات تیزی سے سرایت کر رہے ہیں۔ اس عمل کو بعض اہل فکر تہذیبی جارحیت سے تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ یہ تبدیلی محض فکری نہیں بلکہ عملی سطح پر بھی روایتی نظام کو متاثر کر رہی ہے۔³⁷

جدیدیت کی فکری بنیادیں

جدیدیت کا بنیادی تصور عقل پرستی، فرد کی آزادی اور روایتی اقدار سے انحراف پر قائم ہے۔ اس فکر نے مذہبی اور روایتی معاشرتی ڈھانچوں کو سوالیہ نشان بنایا اور فرد کو مرکزِ توجہ قرار دیا۔ اس کے نتیجے میں اجتماعی اور قبائلی نظام کی جگہ انفرادی سوچ کو فروغ ملا، جس سے روایتی معاشرتی رشتوں میں کمزوری پیدا ہوئی۔³⁸

مغربیت کا تہذیبی اثر

مغربیت نے صرف فکری سطح پر ہی نہیں بلکہ عملی زندگی میں بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ لباس، طرز زندگی، تعلیم، تفریح اور خاندانی نظام میں مغربی طرز فکر تیزی سے سرایت کر رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں روایتی اقدار اور مذہبی وابستگی میں تبدیلی کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں، خصوصاً نوجوان نسل میں۔³⁹

نظریاتی مظاہر

نظریاتی سطح پر جدیدیت نے مذہب اور روایت کے کردار کو محدود کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے نتیجے میں سیکولر طرز فکر کو فروغ ملا ہے، جس میں مذہب کو زیادہ تر فرد کی ذاتی زندگی تک محدود سمجھا جاتا ہے۔ اس فکری رجحان کے تحت معاشرتی، سیاسی اور قانونی فیصلوں میں مذہبی رہنمائی کے بجائے انسانی عقل،

³⁶ پختون معاشرتی رسم و رواج اور سماجی ڈھانچہ، ج 1، ص 89۔

³⁷ پختون سماج میں ثقافتی ارتقاء، ج 1، ص 103۔

³⁸ ڈاکٹر عارف خٹک، پختون ثقافت کا سماجی مطالعہ، نیشنل بک ہاؤس، اسلام آباد، 2019ء، ج 1، ص 74۔

³⁹ پختون معاشرہ اور جدید سماجی تبدیلیاں، ج 1، ص 66۔

تجربے اور انفرادی آزادی کو مرکزی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس تبدیلی کے باعث اجتماعی اقدار کی جگہ انفرادی مفادات کو زیادہ اہمیت دی جانے لگتی ہے، جس سے اجتماعی ہم آہنگی اور مشترکہ اخلاقی نظام پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔⁴⁰

مزید برآں اس فکری تبدیلی نے روایتی مذہبی تصورات کو سوالات کے دائرے میں لا کر ایک نئی بحث کو جنم دیا ہے، جہاں بعض اوقات اخلاقی اصول بھی نسبی (relative) تصور کیے جانے لگتے ہیں۔ اس صورت حال میں معاشرے کے اندر ایک فکری تقسیم پیدا ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں اجتماعی اتفاق رائے کمزور پڑ جاتا ہے اور مختلف طبقات کے درمیان فکری فاصلے بڑھنے لگتے ہیں۔ یوں نظریاتی سطح پر یہ تبدیلی نہ صرف مذہب کے کردار کو محدود کرتی ہے بلکہ معاشرتی ڈھانچے کی اخلاقی بنیادوں کو بھی متاثر کرتی ہے۔⁴¹

عملی مظاہر

عملی سطح پر جدیدیت اور مغربیت کے اثرات معاشرتی زندگی کے مختلف شعبوں میں واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں، جن میں لباس، تعلیمی ادارے، میڈیا، تفریحی سرگرمیاں اور خاندانی نظام خاص طور پر شامل ہیں۔ لباس کے میدان میں روایتی طرز کے بجائے جدید اور مغربی فیشن کا رجحان بڑھ رہا ہے، جس سے ثقافتی شناخت کے بعض پہلو کمزور ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں نصاب، تدریس اور طلبہ کی تربیت پر بھی عالمی اور مغربی ماڈلز کا اثر نمایاں ہے، جس کے نتیجے میں فکری اور تعلیمی رویوں میں تبدیلی آرہی ہے۔ اسی طرح میڈیا، خصوصاً سوشل میڈیا، نے معلومات کے تبادلے اور طرز فکر پر گہرا اثر ڈالا ہے، جہاں نئی اقدار اور طرز زندگی تیزی سے عام ہو رہی ہیں۔ تفریحی سرگرمیوں میں بھی تبدیلی دیکھی جاسکتی ہے، جہاں روایتی اجتماعات کی جگہ جدید تفریحی ذرائع نے لے لی ہے۔ خاندانی نظام میں فرد کی آزادی، ذاتی فیصلوں کی اہمیت اور روایتی بزرگوں کے کردار میں نسبتاً کمی جیسے رجحانات سامنے آرہے ہیں۔ یہ تمام عوامل مل کر ایک ایسی سماجی تبدیلی کو جنم دے رہے ہیں جس میں روایتی معاشرتی ڈھانچے بتدریج نئی اقدار کے زیر اثر تبدیل ہو رہا ہے، اور معاشرہ ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے جہاں پرانی اور نئی تہذیبیں ایک ساتھ موجود ہیں۔⁴²

سماجی اثرات

ان تبدیلیوں کے نتیجے میں معاشرتی سطح پر کئی اہم اثرات سامنے آرہے ہیں جن میں خاندانی نظام کی کمزوری نمایاں ہے، کیونکہ مشترکہ خاندانی ڈھانچے کی جگہ نسبتاً انفرادی طرز زندگی نے لے لی ہے۔ اس کے نتیجے میں افراد کے درمیان باہمی اعتماد اور ربط میں کمی محسوس کی جا رہی ہے، جس سے خاندانی اتحاد اور تعاون کا

40 ڈاکٹر عابد شاہ، پختون معاشرت: جدید تحقیق و تجزیہ، گلوبل پبلیکیشنز، اسلام آباد، 2023ء، ج1، ص 77۔

41 نفس مصدر۔

42 پختون تہذیب اور ثقافتی روایتیں، ج1، ص 91۔

روایتی تصور متاثر ہو رہا ہے۔ اسی طرح نسل نو میں فکری انتشار بھی ایک اہم مسئلہ بن کر سامنے آیا ہے، کیونکہ ایک طرف روایتی اقدار موجود ہیں اور دوسری طرف جدید و مغربی افکار کا دباؤ، جس کے باعث ان کی فکری سمت میں توازن برقرار نہیں رہ پاتا۔⁴³

اس کے باوجود ان تبدیلیوں کے کچھ مثبت پہلو بھی نظر آتے ہیں، جن میں تعلیم کا فروغ، سائنسی شعور میں اضافہ اور عالمی سطح پر روابط کی وسعت شامل ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ اور تعلیمی مواقع نے افراد کو وسیع تر دنیا سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، جس سے معلومات اور تجربات کے تبادلے میں اضافہ ہوا ہے۔ تاہم مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ تبدیلیاں روایتی اقدار، سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی نظام پر گہرے اثرات مرتب کر رہی ہیں، جس کے باعث معاشرہ ایک ایسی کشمکش سے گزر رہا ہے جہاں روایت اور جدیدیت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔⁴⁴

نتائج

1. پختون معاشرہ ایک منظم قبائلی ڈھانچے پر قائم ہے جس میں قبیلہ، خیل، شاخ اور خاندان باہمی ذمہ داری اور اجتماعی نظم کے بنیادی ستون ہیں، اور یہ ساخت سماجی استحکام میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔
2. پشتونوں ایک غیر مدون مگر مؤثر اخلاقی ضابطہ ہے جو میلستیا، نواقی اور غیرت جیسے اصولوں کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی کو برقرار رکھتا ہے، تاہم اس کے بعض عملی پہلو اصلاح کے متقاضی ہیں۔
3. اسلام کی آمد نے پختون معاشرے کو فکری و اخلاقی بنیاد فراہم کی، جس کے نتیجے میں بہت سی قبائلی روایات اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو گئیں اور بعض میں تدریجی اصلاح کا عمل شروع ہوا۔
4. جرگہ، اگر عدل، دیانت اور شرعی اصولوں کی پاسداری کے ساتھ کام کرے، تو اسلامی تصور شوریٰ کے قریب ہو سکتا ہے اور تنازعات کے حل میں مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔
5. غیرت کا معتدل اور اخلاقی تصور اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے، لیکن اگر یہ ظلم یا انتقام کی صورت اختیار کرے تو اسلامی عدل و انصاف کے منافی ہو جاتا ہے۔
6. مساجد اور مدارس نے پختون معاشرے میں دینی شعور، سماجی اصلاح اور شرعی رہنمائی کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا اور اجتماعی زندگی کو مذہبی اصولوں سے مربوط کیا۔
7. جدیدیت اور مغربیت نے پختون معاشرے کے لباس، تعلیم، میڈیا اور خاندانی نظام پر نمایاں اثرات مرتب کیے ہیں، جن کے نتیجے میں روایت اور جدید فکر کے درمیان ایک فکری کشمکش پیدا ہوئی ہے۔

⁴³ پختون معاشرہ اور جدید سماجی تبدیلیاں، ج 1، ص 85۔

⁴⁴ پختون سماج میں ثقافتی ارتقاء، ج 1، ص 108۔

سفارشات

1. قبائلی نظام اور جرگہ کو اسلامی عدل و شریعت کے اصولوں کے تابع کر کے ایک متوازن اور منصفانہ سماجی نظام تشکیل دیا جائے۔
2. مساجد اور مدارس کے کردار کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے دینی و سماجی اصلاح کے مراکز کے طور پر مزید موثر بنایا جائے۔
3. پشتونوں کے مثبت پہلوؤں کو فروغ دیا جائے اور ان عناصر کی اصلاح کی جائے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں۔
4. جدید تعلیم اور دینی تربیت کے درمیان توازن پیدا کیا جائے تاکہ نسل نو فکری انتشار کا شکار نہ ہو۔
5. میڈیا اور سماجی اداروں کے ذریعے خاندانی نظام، اخلاقی اقدار اور ثقافتی شناخت کے تحفظ کے لیے شعوری کوششیں کی جائیں۔

خلاصہ

پختون معاشرہ ایک قدیم قبائلی اور منظم سماجی ڈھانچے پر قائم ہے جس کی بنیاد قبیلہ، جرگہ، پشتونوں، حجرہ اور اجتماعی ذمہ داری جیسے روایتی اداروں پر ہے۔ اسلام کی آمد نے اس معاشرتی نظام کو نئی فکری و اخلاقی بنیادیں فراہم کیں، جس کے نتیجے میں بہت سی روایات اسلامی تعلیمات کے قریب ہو گئیں، جبکہ بعض میں اصلاح و تطبیق کا عمل جاری رہا۔

پشتونوں، جرگہ، میلستیا، نواتی اور غیرت جیسے روایتی اصول معاشرتی نظم، عزت، مصالحت اور اجتماعی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے کئی پہلو اسلامی اخلاقی نظام جیسے اکرام ضیف، شوریٰ، عدل اور صلح کے اصولوں سے ہم آہنگ ہیں، تاہم بعض انتہا پسندانہ یا غیر محدود عملی صورتیں اسلامی تعلیمات سے متصادم بھی ہو سکتی ہیں۔

اسلامی اثرات کے نتیجے میں مساجد اور مدارس نے پختون معاشرے میں دینی، فکری اور سماجی اصلاح کا کردار ادا کیا اور اجتماعی زندگی کو مذہبی اصولوں سے جوڑنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

جدید دور میں پختون معاشرہ جدیدیت اور مغربیت کے فکری و تہذیبی اثرات سے بھی متاثر ہو رہا ہے، جس کے نتیجے میں لباس، تعلیم، میڈیا، خاندانی نظام اور تفریحی سرگرمیوں میں واضح تبدیلیاں سامنے آئی ہیں۔ یہ تبدیلیاں ایک طرف علمی ترقی، شعور اور عالمی روابط کو بڑھا رہی ہیں، تو دوسری طرف روایتی اقدار، خاندانی نظام اور اخلاقی ہم آہنگی کو بھی متاثر کر رہی ہیں۔

مصادر و مراجع

1. القرآن المجید
2. اصلاحي، امین احسن، اسلامی معاشرہ اور اس کے اصول، فاران فاؤنڈیشن
3. اصلاحي، امین احسن، تدر قرآن، فاران فاؤنڈیشن
4. ڈاکٹر عارف خٹک، پشتون ثقافت کا سماجی مطالعہ، نیشنل بک ہاؤس، اسلام آباد
5. ڈاکٹر عابد شاہ، پشتون معاشرت: جدید تحقیق و تجزیہ، گلوبل پبلیکیشنز، اسلام آباد
6. ڈاکٹر عبدالحی حبیبی، تاریخ افغانستان (پشتون معاشرتی پس منظر)، ترجمہ اردو، کابل اکیڈمی
7. ڈاکٹر رحمت اللہ یوسفزئی، پشتون تہذیب اور ثقافتی روایتیں، ادبی اکیڈمی خیبر پختونخوا
8. ڈاکٹر سید رسول رضا، پشتون ثقافت اور سماجی روایات، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد
9. ڈاکٹر سلیم خان، پشتون سماج میں ثقافتی ارتقاء، سرحد ریسرچ انسٹیٹیوٹ، پشاور
10. ڈاکٹر شیر زمان طارق، پشتون معاشرت: رسم و رواج اور سماجی ڈھانچہ، خیبر پبلشرز، پشاور
11. ڈاکٹر شیر محمد خان، پشتون معاشرتی رسم و رواج اور سماجی ڈھانچہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
12. ڈاکٹر محمد اعظم اعظم، پشتون معاشرہ: رسم و رواج اور سماجی تبدیلیاں، یونیورسٹی پبلشرز، پشاور
13. ڈاکٹر نور ولی محسود، پشتون معاشرہ اور جدید سماجی تبدیلیاں، یونیورسٹی پریس پشاور
14. مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلام کا نظریہ حیات، ادارہ ترجمان القرآن
15. مودودی، سید ابوالاعلیٰ، پردہ، ادارہ ترجمان القرآن
16. منظور احمد، پشتون معاشرت اور اسلامی اقدار، پشاور یونیورسٹی پریس
17. فاروقی، ضیاء الدین، اسلام اور قبائلی معاشرہ، ادارہ تحقیقات اسلامی
18. فاروقی، ضیاء الدین، اسلام اور معاشرتی نظام، ادارہ تحقیقات اسلامی
19. محمد حیات خان، حیات افغانی، یونیورسٹی بک ایجنسی
20. پشتون معاشرہ اور اسلامی اقدار (مصدر غیر متعین)
21. اسلامی معاشرتی نظام (مصدر غیر متعین)
22. حیات افغانی (مصدر غیر متعین)